شاہ ولی اللہؒ اور مسئلہ اجتہاد

محمد مظہر بقا

(۴)

مجتہد فی المذہب:- شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ

۱- مجتہد فی المذہب کا درجہ منتسب سے کم ہوتا ہے۔[1]

۲- مجتہد فی المذہب اپنے امام کے نصوص کا پابند ہوتا ہے۔ لیکن وہ یہ جانتا ہے کہ امام کے قواعد کیا ہیں اور کن امور پر امام نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے جس میں امام کا نص موجود نہ ہو تو وہ اس میں اسی امام کے مذہب کے مطابق اجتہاد کرتا ہے اور امام ہی کے اقوال سے اسی کے طریقے کے مطابق اس کی تخریج کرتا ہے۔[2]

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے شاہ صاحب نے مجتہد منتسب مقید اسے بتایا ہے جو فحوائے خطاب یا طرد علت کے ذریعہ مجتہد مستقل کے قول پر تخریج کرے۔ اور یہی بات دوسرے الفاظ میں یہاں مجتہد فی المذہب کے بارے میں کہی ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مجتہد منتسب مقید اور مجتہد فی المذہب دونوں ایک ہیں یا بالفاظ دیگر مجتہد فی المذہب بھی دراصل مجتہد منتسب ہی ہوتا ہے لیکن مقید۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ مجتہد فی المذہب کا درجہ مجتہد منتسب سے کم ہوتا ہے، اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مجتہد منتسب مطلق سے کم ہوتا ہے۔

۱- عقد، ص ۱۱۔ ۲- ایضاً۔

۳۔ مجتہد فی المذہب، کتاب، سنت، آثار سلف اور قیاس کے ذریعہ اپنے امام پر استدراکات بھی کرتا ہے لیکن موافقات کے مقابلہ میں اس کے یہ استدراکات کم ہوتے ہیں۔[1]

۴۔ مجتہد مستقل کے جو تین امتیازی خصائل بیان کئے گئے ہیں ان میں سے مجتہد فی المذہب پہلی اور دوسری خصلت کو بعینہ قبول کرتا ہے اور تفریعات میں اسی کے طریقہ کی پیروی کرتا ہے[2]

۵۔ مجتہد فی المذہب کا اہم کام ان مسائل کی معرفت ہوتا ہے جن کے بارے میں مستفتی فتویٰ لیا کرتے ہیں اور جن کے جوابات متقدمین نے نہیں دیئے۔[3]

۶۔ مجتہد فی المذہب مجتہد منتسب کے مقابلہ میں ان اصول کا زیادہ محتاج ہوتا ہے جو اس کے امام نے ہر ہر باب میں معہد کر دیئے ہیں۔[4]

۷۔ مجتہد فی المذہب کے لئے ضروری ہے کہ اسے اتنی احادیث اور اتنے آثار یاد ہوں جن سے صحیح حدیث یا سلف کے اتفاق کی مخالفت سے بچ سکے اور فقہ کے اتنے دلائل بھی جانتا ہو کہ اپنے اصحاب کے اقوال کے ماخذ جان لینے پر قادر ہو۔[5]

مسائل کی چار قسمیں اور ہر ایک میں مجتہد فی المذہب کا طریقہ:۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ فقہاء محققین کا یہ تسلیم شدہ قاعدہ ہے کہ مسائل کی چار قسمیں ہیں:۔

۱۔ وہ مسائل جو ظاہر مذہب میں موجود ہیں۔

۲۔ وہ مسائل جو ابو حنیفہ اور صاحبین سے بطریق شاذ مروی ہیں۔

۳۔ وہ مسائل جو متاخرین کی تخریج کا نتیجہ ہیں لیکن جمہور اصحاب نے ان پر اتفاق کر لیا ہے۔

۱۔ الانصاف، ص ۶۱۔ ۲۔ ایضاً۔ ص ۴۷۔

۳۔ ایضاً۔ ص ۶۱۔ ۴۔ ایضاً۔

۵۔ عقد، ص ۴۴-۴۵۔ ابن السبکی لکھتے ہیں کہ جو مجتہد مقید اپنے امام کے مذہب سے تجاوز نہیں کرتا اسے صرف اپنے امام کے قواعد کی معرفت ضروری ہے۔ اور مجتہد مطلق جن امور کا لحاظ قوانین شرع میں رکھتا ہے انہی امور کا لحاظ مجتہد مقید کو اپنے امام کے قواعد میں رکھنا چاہیئے۔ (ابہاج۔ ج ۳ ص ۱۷۷)۔

۴۔ وہ مسائل جو متاخرین کی تخریج کا نتیجہ ہیں لیکن جمہور اصحاب نے ان پر اتفاق نہیں کیا۔[1]

پہلی قسم کے مسائل کا حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب انھیں بہر صورت قبول کرے گا خواہ یہ اصول کے موافق ہوں یا مخالف۔ اسی لئے صاحب ہدایہ وغیرہ مسائل تجنیس کے فرق بیان کرنے میں بڑے اہتمام سے کام لیتے ہیں۔

دوسری قسم کے مسائل کا حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب انہیں صرف اس صورت میں قبول کرے گا جب اصول کے موافق ہوں۔ اسی لئے ہدایہ وغیرہ میں متعدد مواقع پر دلیل کی رو سے بعض روایات شاذہ کی تصحیح کی گئی ہے۔

تیسری قسم کے مسائل کا حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب بہر صورت انہی کے مطابق فتویٰ دے گا۔

چوتھی قسم کے مسائل کا حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب انہیں کلام سلف کے اصول ونظائر پر پیش کرے گا۔ اگر موافق ہوں گے تو قبول کرے گا ورنہ ترک کر دے گا۔[2]

امام ابوحنیفہ اور صاحبینؒ کے اختلاف کی صورت میں مجتہد فی المذہب کا طریقہ اگر کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا اختلاف ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب ان میں سے اس قول کو اختیار کرے گا جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور تعلیل کے لحاظ سے زیادہ قرین قیاس ہو، اور جس میں لوگوں کے لئے نرمی کا پہلو زیادہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے احناف میں سے ایک جماعت نے مار مستعمل کی طہارت کے بارے میں امام محمد کے قول پر اور عصر وعشاء کے اوّل وقت کے بارے میں اور مزارعت کے جواز کے بارے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ اور احناف کی کتابیں ایسی مثالوں سے معمور ہیں اور یہی حال مذہب شافعی کا ہے۔[3]

<u>مجتہد فی الفتیا یا متبحر فی المذہب</u>:۔ مجتہد فی الفتیا کا مرتبہ مجتہد فی المذہب سے کم ہوتا ہے[4] وہ اپنی کتب مذہب کا[5] حافظ اور اپنے امام کے مذہب میں متبحر ہوتا ہے[6]۔ اسے اس پر

۱۔ عقد۔ ص ۴۷۔
۲۔ عقد۔ ص ۴۷۔
۳۔ ایضاً۔ ص ۴۹۔
۴۔ عقد۔ ص ۱۱۔
۵۔ ایضاً۔ ص ۵۱۔
۶۔ ایضاً۔ ص ۱۱۔

قدرت ہوتی ہے کہ مذہب کی متعارض روایات میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دے سکے۔ [1]

متبحر فی المذہب کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ صحیح الفہم ہو، عربیت، اسالیب کلام اور مراتب ترجیح سے واقف ہو۔ اہلِ عرب کے کلام کے معانی اس پر مخفی نہ ہوں اور اس پر اکثر وہ مواقع بھی مخفی نہ ہوں جہاں لفظ بظاہر مطلق ہوتا ہے لیکن مقید مراد لیا جاتا ہے یا بظاہر مقید ہوتا ہے لیکن مطلق مراد لیا جاتا ہے۔ [2]

اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صرف اس صورت میں فتویٰ دے جب دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے۔ یا تو اس کے پاس اپنے امام تک کوئی صحیح اور معتمد علیہ سند ہو یا مسئلہ کسی ایسی مشہور کتاب میں ہو جو لوگوں کے ہاتھوں میں بکثرت موجود ہو۔ [3]

<u>متبحر فی المذہب اگر اپنے مذہب کے خلاف کوئی حدیث پائے تو کیا کرے ؟</u>:۔ اس مسئلہ میں بڑی طویل بحث ہے کہ اگر متبحر فی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف کوئی صحیح حدیث ملے تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مذہب کو چھوڑ دے اور اس حدیث پر عمل کرے ؟

شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں خزانۃ الروایات کے حوالہ سے تین قول نقل کئے ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور مذہب کو چھوڑ دے۔ [4]

دوسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ آلات اجتہاد کا جامع نہ ہو تو اسے اپنے مذہب کے خلاف عمل کرنا جائز نہیں۔ ابن حاجب اور ان کے متبعین کا میلان اسی طرف ہے۔ [5]

تیسرا قول ابن صلاح کا ہے کہ شوافع میں سے اگر کسی شخص کو اپنے مذہب کے خلاف کوئی حدیث نظر آئے تو اگر اسے مطلقاً یا اس باب اور اس مسئلہ میں، مکمل طور پر آلات اجتہاد حاصل ہوں، تب تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مستقلاً اس حدیث پر عمل کرے۔ اور اگر آلاتِ اجتہاد تو کامل نہیں، مگر اس حدیث پر بحث کرنے کے بعد اس کی مخالفت کا کوئی شافی جواب

۱۔ عقد، ص ۱۱۔

۲۔ عقد، ص ۵۱

۳۔ ایضاً۔

۴۔ عقد، ص ۵۳۔

۵۔ ایضاً۔ ص ۵۶۔

اسے نہ ملے، اور حدیث کی مخالفت اس پر شاق ہو، تو اگر امام شافعی کے سوا کسی اور مستقل امام نے اس پر عمل کیا ہو، تو بھی اس کے لئے، اس حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ [1]

نووی نے اس قول کی تصحیح و تحسین کی ہے اور شاہ صاحب کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ [2]

متبحر فی المذہب کے لئے کیا یہ جائز ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب اختیار کرے؟

شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر متبحر فی المذہب کسی مسئلہ میں اپنے امام کے خلاف کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرے تو یہ اس کے لئے جائز ہے یا نہیں۔ امام غزالی اور دوسرے چند لوگ اس کے جواز کے قائل نہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے۔ [3]

لیکن آمدی، ابن حاجب، ابن ہمام، نووی اور ان کے متبعین مثلاً ابن حجر، رملی اور حنابلہ اور مالکیہ وغیرہ اتنے کثیر لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں۔ اور اس پر متاخرین مذاہب اربعہ کا اتفاق بھی ہے۔ [4]

البتہ جواز کی شرط میں ان کا باہم اختلاف ہے۔

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ جس مسئلہ میں اس نے ایک امام کی تقلید کر لی ہے اس میں بالاتفاق وہ دوسرے امام کی تقلید نہ کرے۔ [5]

۲۔ بعض کہتے ہیں کہ تلقط رخص نہ کرے۔ [6]

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ اس طرح کی تلفیق نہ کرے کہ دونوں اماموں کے درمیان حقیقت ممتنعہ کی صورت پیدا ہو جائے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ جو چیز ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں حقیقت ممتنعہ کی صورت پیدا ہو۔ مثلاً یہ کہ بلا ترتیب وضو کر لیا، پھر دم سائل نکلا۔ اور

۱۔ عقد۔ ص ۵۷۔۵۸، حجۃ۔ ج ۱۔ ص ۱۵۸۔

۲۔ عقد۔ ص ۵۷۔

۳۔ عقد۔ ص ۵۸۔

۴۔ عقد۔ ص ۵۹۔۔۶۰۔

۵۔ ایضاً۔ ص ۶۰۔

۶۔ ایضاً۔ ص ۶۱۔

یہ چیز ممنوع نہیں کہ دو مسئلوں میں حقیقت ممتنعہ کی صورت پیدا ہو، مثلاً امام شافعی کے مذہب کے مطابق کپڑے کو پاک کیا اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھ لی[۱] لیکن شاہ صاحب کو ان دونوں صورتوں کی تفریق سے اتفاق نہیں۔[۲]

۴۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس مذہب کو وہ اختیار کر رہا ہے وہ ایسا نہ ہو کہ اس میں قضاء قاضی توڑ دی جاتی ہے۔[۳]

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات وجیہ ہے اور اس سے احتراز کی صورت یہ ہے کہ مقبول و مشہور مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرے۔[۴]

۵۔ بعض کہتے ہیں کہ جس مسئلہ میں وہ دوسرے امام کی تقلید کر رہا ہے اس میں اسے شرح صدر ہونا چاہیئے اور شرح صدر اسی کو ہو سکتا ہے جو متبحر فی المذہب ہو۔[۵]

۶۔ اور ضعیف قول یہ ہے کہ اگر اپنے مذہب کو چھوڑنے کی صورت میں اسے دوسرے ائمہ کا اور مشہور قول کا اتباع میسر آتا ہے تب تو اپنے مذہب سے خروج اس کے لئے اچھا ہے۔ اور اگر اس کے برعکس ہو تو اچھا نہیں۔[۶]

ان مختلف اقوال کو نقل کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ متبحر فی المذہب کے لئے دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنا ایک صورت میں جائز ہے، ایک صورت میں مختار اور ایک صورت میں واجب۔

(الف)۔ اگر دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنے میں قضاء قاضی ٹوٹتا نہ ہو تو اس صورت میں دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنا جائز ہے۔[۷]

۱۔ عقد۔ ص ۶۲۔

۲۔ ایضاً۔ ص ۶۲۔ ۶۳۔

۳۔ ایضاً۔ ص ۶۳۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ ایضاً۔

(ب)۔ اگر اسے شرح صدر ہو جائے تو اس صورت میں مختار یہ ہے کہ دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کر لیا جائے۔ بشرطیکہ اس شرح صدر کی بنیاد خواہشِ نفس اور طلبِ دنیا نہ ہو، بلکہ کوئی ایسی وجہ ہو جو شریعت میں معتبر ہے۔[1]

(ج)۔ اگر اس سے دوسرے کا حق متعلق ہو اور قاضی اس کے مذہب کے خلاف فیصلہ کر دے تو اس صورت میں اپنے مذہب کے خلاف دوسرے امام کے مذہب پر عمل واجب ہے۔[2]

مذاہب اربعہ میں مجتہدین کی کیفیت :- الانصاف[3] میں شاہ صاحب نے تفصیل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب میں کب تک اور کیسے مجتہدین پیدا ہوتے رہے ہیں اور تمام مذاہب کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔ اس موقع پر اس کا خلاصہ پیش کر دینا افادہ سے خالی نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ

امام ابو حنیفہ کے مذہب میں تیسری صدی کے بعد کوئی مجتہد مطلق منتسب پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ مجتہد مطلق منتسب صرف وہ ہو سکتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا محدث بھی ہو۔ اور احناف کا حدیث میں اشتغال پہلے بھی کم رہا ہے اور اب بھی کم ہے۔ البتہ ان میں مجتہدین فی المذہب ہوتے رہے ہیں۔ اور جس نے یہ کہا ہے کہ اجتہاد کی ادنیٰ شرط یہ ہے کہ مبسوط حفظ ہو، اس نے اس سے اجتہاد فی المذہب ہی مراد لیا ہے۔

امام مالک کے مذہب میں مجتہدین منتسب کم ہوئے ہیں اور جو شخص اس درجہ کو پہنچا بھی ہے مثلاً ابو عمر ابن عبدالبر یا قاضی ابوبکر ابن العربی، تو ان کے تفرد کو مالکی مذہب شمار نہیں کیا جاتا۔

امام احمد کا مذہب پہلے بھی کم تھا اور اب بھی کم ہے۔ نویں صدی کے خاتمہ تک اس مذہب میں طبقۃً بعد طبقۃٍ مجتہدین پیدا ہوتے رہے ہیں۔

امام شافعی کے مذہب میں مجتہدین مطلق، مجتہد فی المذہب، اصولیین، متکلمین، مفسرین

۱۔ ایضاً۔ ص ۶۴۔

۲۔ عقد۔ ص ۶۴۔

۳۔ ایضاً۔ ص ۷۷۔ ۸۰۔

اور شارحین حدیث سب سے زیادہ پیدا ہوئے ہیں۔ یہ مذہب اسناد و روایت کے لحاظ سے سب سے درست اور امام کے نصوص کے ضبط میں سب سے قوی ہے۔ اس مذہب میں امام کے اقوال اور اصحاب کے وجوہ میں بڑی شدت سے تمیز کی جاتی ہے۔ اور بعض اقوال و وجوہ کو بعض پر ترجیح دینے میں اس مذہب میں سب سے زیادہ توجہ سے کام لیا جاتا ہے۔

امام شافعی کے اوائل اصحاب مجتہدین مطلق تھے۔ ان میں سے کوئی بھی تمام مجتہدات میں امام شافعی کی تقلید نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ابن سُریج پیدا ہوئے اور انھوں نے تقلید اور تخریج کے قواعد بنائے۔ اس کے بعد ان کے اصحاب نے وہی راہ اختیار کرلی۔

اسی لئے امام شافعی کو دوسری صدی کے مجددین میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

امام شافعی کے مذہب کا مادہ، مدون، مشہور اور مخدوم احادیث ہیں۔ ایسا مادہ کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہیں ہُوا۔ مؤطا، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مسند شافعی، سنن نسائی، سنن دارقطنی، سنن بیہقی اور شرح السنۃ، یہ تمام امام شافعی کے مذہب کا مادہ ہیں۔

جو شخص امام شافعی کے مذہب سے دشمنی برتے گا وہ اجتہاد مطلق کے منصب سے محروم رہے گا اور کسی شخص کو علم اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک وہ امام شافعی اور ان کے اصحاب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کرے۔

ومن طفیلیهم علی ادب

فلا اری شافعا سوی الادب

کیا اجتہاد میں تجزی ہوسکتی ہے؟ :- کیا یہ جائز ہے کہ ایک شخص ایک باب یا ایک مسئلہ میں مجتہد ہو، دوسرے باب اور دوسرے مسئلہ میں مجتہد نہ ہو؟ اس میں اختلاف ہے۔

بعض لوگ اس کے جواز کے قائل نہیں۔ لیکن بقول صفی ہندی اکثر لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں۔[1]

ابن حاجب کا مسلک اس مسئلہ میں بظاہر توقف ہے۔[2]

۱۔ ارشاد۔ ص ۲۵۴۔ ۲۔ التقریر۔ ج ۳ ص ۲۹۳۔

زملکانی نے تفصیل کی ہے اور ابن امیر الحاج نے اسے نقل کر کے اس کی تحسین بھی کی ہے کہ مجتہد کے لئے جو شرائط ہیں وہ دو قسم کے ہیں :-

۱۔ شرائط کلیہ یا شرائط عامہ۔ مثلاً قوت استنباط، مجاری کلام کی معرفت، اس کی معرفت کہ کون سے دلائل مقبول ہیں، کون سے مردود۔

۲۔ شرائط خاصہ، یعنی زیر غور مسئلہ یا باب کے متعلقات کی معرفت۔

جہاں تک پہلی قسم کے شرائط کا تعلق ہے ہر دلیل اور ہر مدلول کے لئے ان تمام کا جمع ہونا ضروری ہے اور اس اہلیت میں تجزی نہیں ہو سکتی۔

اور جہاں تک دوسری قسم کے شرائط کا تعلق ہے اگر وہ جمع ہو جائیں تو اجتہاد میں تجزی ہو سکتی ہے یعنی اس مخصوص جز میں اس کے لئے اجتہاد فرض ہوگا اور تقلید جائز نہ ہوگی۔ [۱]

شاہ صاحب 'حجۃ' میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک اجتہاد میں تجزی جائز ہے۔ [۲] اور عقد الجید میں انوار کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

ویجوز ان یکون مجتهدا فی باب دون باب۔ [۳]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بھی جمہور کی طرح اجتہاد میں تجزی کے قائل ہیں۔

یہ تو معلوم ہو چکا کہ جمہور کے مسلک کے مطابق اجتہاد میں تجزی جائز ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک باب بلکہ ایک مسئلہ میں مجتہد ہو دوسرے میں نہ ہو۔

لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر قدرے تفصیلی گفتگو کی جائے تاکہ کوئی متجدد اس مسئلہ کی آڑ لے کر مجتہد بننے کی کوشش نہ کرے۔

صورت حال یہ ہے کہ مجتہد مطلق کے لئے پانچ چیزوں کا علم ضروری ہے۔

۱۔ کتاب

۲۔ سنت

۱۔ التقریر۔ ص ۲۹۴۔ ۲۔ ج ۱ ص ۵۷۔

۳۔ ص ۸۶۔

۳۔ اجماع

۴۔ قیاس اور

۵۔ عربیت۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو شخص بعض مسائل میں مجتہد ہو اس کے لئے بھی ان میں سے کسی چیز کا علم ضروری ہوگا یا نہیں۔

جو لوگ اجتہاد میں تجزی کے قائل ہیں وہ متفقہ طور پر یہ لکھتے ہیں کہ مجتہد فی بعض المسائل کے لئے صرف اس مسئلہ کے متعلقات کا جان لینا کافی ہے۔ اور مسئلہ کے متعلقات سے صرف کتاب، سنت اور اجماع مراد ہے قیاس اور عربیت مراد نہیں۔ تمام کتب اصول اس کی شاہد ہیں۔

گویا جو شخص کسی ایک مسئلہ میں اجتہاد کرنا چاہتا ہے اس کے لئے صرف یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کتاب میں اس کے متعلق کیا ہے، سنت اس مسئلہ میں کیا کہتی ہے، متن اور رواۃ کا کیا حال ہے، متعلقہ آیات و احادیث میں نسخ کی صورت حال کیا ہے اور اس پر اجماع ہے یا نہیں۔ اور یہ کام خصوصیت کے ساتھ اس زمانہ میں دشوار نہیں۔ قرآن کریم کے مضامین کی فہرستیں اور اس کی بے شمار تفاسیر موجود ہیں جن کی مراجعت کی جا سکتی ہے۔ معتبر کتب حدیث اور ان کی شروح کا ذخیرہ بآسانی دستیاب ہو جاتا ہے جنہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ متعلقہ احادیث کے رواۃ کی تعدیل کے سلسلہ میں ائمہ فن کی کتابیں بھی سہل الحصول ہیں جن سے رواۃ کے بارے میں تحقیق کی جا سکتی ہے۔ اول تو یہ کام بھی آسان نہیں تاہم اس دشواری پر عبور دشوار نہیں۔

لیکن قیاس اور عربیت ایسی چیزیں نہیں جنہیں کسی ایک مسئلہ سے متعلق دیکھا جا سکے۔ اس لئے کتاب و سنت و اجماع سے متعلقات مسئلہ کی تحقیق و تنقیح کے بعد بھی اس مسئلہ میں کوئی شرعی حکم لگانے کے لئے قیاس اور عربیت کی معرفت مجتہد فی المسائل کے لئے بھی ناگزیر ہے۔ معرفت عربیت کس درجہ ضروری ہے اس کا اندازہ اس سے بھی ہوگا کہ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جب مجتہد کے لئے معرفت کتاب ضروری ہے تو معرفت عربیت کو مستقل شرط کے طور پر ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ معرفت کتاب کے لئے معرفت عربیت ناگزیر ہے۔[1]

۱۔ اسنوی وابن السبکی۔ ج ۳ ص ۱۷۶۔

معرفت قیاس کے سلسلہ میں بنیادی چیز جس سے استنباط کا ملکہ پیدا ہوتا ہے طرقِ استدلال اور کیفیتِ نظر کی معرفت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی ایک مسئلہ سے متعلق اگر کوئی شخص چاہے کہ طریقۂ استدلال اور کیفیتِ نظر کو کسی کتاب میں دیکھ لے تو یہ کم عقلی کے سوا کچھ نہیں۔

اسی طرح عربیت کے سلسلہ میں یہ تو ممکن بلکہ معتاد ہے کہ عربی زبان میں مستعمل ہر لفظ کے معنی کوئی شخص کتب لغت میں دیکھ لے لیکن یہ ممکن نہیں کہ ہر لفظ کے بارے میں کسی کتاب میں اسے یہ مل جائے کہ یہ خاص ہے یا عام، حقیقت یا مجاز، وغیرہ۔ اس کے لئے تو مہارت کی ضرورت ہے جو فن کی ممارست سے پیدا ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اصول فقہ کی اصطلاح میں مجتہد کسے کہا جاتا ہے۔

سبکی لکھتے ہیں :-

" المجتهد من له ملكة فی هذه العلوم واحاط بمعظم قواعد الشرع ومارسها بحيث اكتسب قوة يفهم بها مقصود الشارع " ۱؎

اور ابن السبکی لکھتے ہیں :-

" المجتهد الفقيه وهو البالغ العاقل ای ذو ملكة يدرك بها العلوم " ۲؎

ابن امیر الحاج لکھتے ہیں :-

وهو (ای المجتهد او الفقيه) بالغ عاقل ذو ملكة يقدر بها علی استنتاج الاحكام من مآخذها ۔ ۳؎

ارشاد الفحول میں ہے :-

" المجتهد هو الفقيه المستفرغ لوسعة لتحصيل ظن بحكم شرعی ولابد ان يكون بالغاً عاقلاً قد ثبتت له ملكة يقدر بها علی استخراج الاحكام من مآخذها ۔ ۴؎

ان حضرات نے مطلقاً اجتہاد کی تعریف کر کے مجتہد کی تعریف کو اس پر متفرع کیا ہے، جس سے معلوم

۱۔ جمع ، ج ۲ ص ۳۸۳ ۔ ۲۔ ایضاً۔ ص ۳۸۲ ۔

۳۔ التقریر، ج ۳ ۔ص ۲۹۱ ۔ ۴۔ ارشاد۔ ص ۲۵۰ ۔

ہوتا ہے کہ مجتہد کے لئے صاحبِ ملکہ ہونے کی قید ان حضرات نے صرف مجتہد مطلق کے لئے نہیں لگائی بلکہ مطلقاً مجتہد کے لئے لگائی ہے، خواہ وہ کسی قسم کا مجتہد ہو۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ایک مسئلہ میں وقتی اور عارضی طور پر سعی تمام کرے تو وہ مجتہد نہ کہلائے گا۔ مجتہد وہ ہوگا جس میں اجتہاد کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

مجتہد میں اصل چیز اس کی قوتِ استنباط ہے۔ یہ قوت کتاب وسنت واجماع کے جزئیات کے تتبع سے بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے پیدا کرنے میں سب سے زیادہ دخل معرفت قیاس کو ہے، اس کے بعد معرفت عربیت کو۔ اور جب معرفت قیاس ومعرفت عربیت کے بعد اس میں استنباط کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے لئے کتاب وسنت واجماع کو دیکھ کر استنباط کرنا آسان ہو جاتا ہے، خواہ وہ بعض مسائل میں استنباط کرے یا تمام مسائل میں۔

اسی لئے علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ ملکہ جب کامل ہوتا ہے تو صاحبِ ملکہ تمام مسائل میں اجتہاد پر قادر ہوتا ہے اور جب ناقص ہوتا ہے تو کسی مسئلہ میں بھی اجتہاد پر قادر نہیں ہوتا۔

<u>کیا ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے ؟</u> :- نظری مسائل کی دو قسمیں ہیں۔ قطعی اور ظنی۔ پھر قطعیات تین قسم کے ہیں۔

۱۔ عقلی، مثلاً حدوثِ عالم، وجود و صفاتِ باری، جوازِ رویت اور خلق اعمال وغیرہ۔

۲۔ اصولی، مثلاً اجماع، قیاس اور خبر واحد کی حجیت کہ ان مسائل کے دلائل قطعی ہیں۔

۳۔ فقہی، مثلاً صلوٰت خمس، زکوٰۃ، صوم اور حج کا وجوب اور زنا، قتل، سرقہ، اور شربِ خمر کی حرمت۔

ان تینوں صورتوں میں حق صرف ایک ہوتا ہے اور صرف ایک ہی مجتہد مصیب ہوتا ہے۔[۱]

قطعیات میں مخطئ کا حکم یہ ہے کہ

عقلی مسائل جو اصولِ دین میں سے ہیں ان میں مخطئ، اگر ملتِ اسلامیہ کے مخالف ہے تو کافر ہوگا اور اگر اہلِ قبلہ میں سے ہے تو مبتدع اور ضال ہوگا۔[۲]

۱۔ خضری۔ اصولِ فقہ۔ ص ۳۶۳۔ ۲۔ کشف بزدوی۔ ج ۴۔ ص ۱۱۲۷۔

اصولی مسائل کا مخالف مخطئ آثم ہوگا۔ [1]

فقہی مسائل میں سے جو مسائل ضروریات دین میں سے ہوں ان میں مخطئ کافر ہوگا۔ اور جو ضروریات دین میں سے نہیں، ان میں مخطئ، اگر قاصر ہے تو آثم ہوگا، ورنہ آثم نہ ہوگا۔ [2]

ظنی مسائل جن میں کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو، ان کے بارے میں حسبِ ذیل تین قول ہیں:۔

۱۔ ہر قولِ حق اور ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی، ابوالہذیل، جبائی اور ان کے بیٹے کا یہی قول ہے [3]۔ اور ابوالحسن اشعری معتزلہ اور ایک کثیر جماعت کا بھی یہی مسلک ہے [4]

۲۔ صرف ایک قول حق اور صرف ایک مجتہد مصیب ہوتا ہے [5]۔ جمہور فقہاء اسی کے قائل ہیں اور ائمہ اربعہ سے بھی یہی منقول ہے [6]۔ ائمہ اربعہ کی طرف اس قول کا انتساب ان کے نصوص پر مبنی نہیں بلکہ ان کی بعض تصریحات سے مستخرج ہے۔ [7]

۳۔ صرف ایک قول حق، لیکن ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔ امام ابویوسف، امام محمد، ابن سریج، ابوحامد، اہل عراق اور اصحابِ مالک کا یہی مسلک ہے۔ [8]

۱۔ خضری۔ اصولِ فقہ۔ ص ۳۶۲۔

۲۔ ارشاد۔ ص ۱۶۰۔ ۳۔ آمدی۔ ج ۲ ص ۱۴۹۔

۴۔ ارشاد۔ ص ۲۶۱۔ ۵۔ ایضاً۔

۶۔ تحریر و تقریر۔ ج ۳۔ ص ۳۰۶۔

۷۔ عقد۔ ص ۱۵۔ لیکن علامہ آمدی لکھتے ہیں کہ ایک یا ہر مجتہد کے مصیب ہونے میں امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ابوالحسن اشعری کے دونوں قول ملتے ہیں (الاحکام ج ۲۔ ص ۱۵۰) اور علمائے احناف کی کتب اصول میں راجح قول یہ ملتا ہے کہ "المجتهد یخطئ و یصیب" اصول بزدوی، مع کشف، ج ۴ ص ۱۱۳۶، منار، مع کشف، ج ۲ ص ۱۶۹۔ اور اس کے بارے میں فخر الاسلام بزدوی کہتے ہیں۔ علی هذا ادرکنا مشائخنا وعلیه مضی اصحابنا المتقدمون۔

۸۔ ارشاد۔ ص ۲۶۱۔

ظنی مسائل میں اگرچہ یہ اختلاف ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے یا صرف ایک، لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ایسے مسائل میں مخطئی آثم نہیں ہوتا۔ [1]

شاہ صاحب کی تحریر سے ایک اشتباہ اور اس کا ازالہ :۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر، امام ابویوسف، امام محمد، ابن سریج اور اشاعرہ اور معتزلہ میں سے جمہور متکلمین اس کے قائل ہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔ [2]

شاہ صاحب کی یہ بات اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ شاید یہ تمام حضرات اس بنیاد میں بھی متفق ہیں جس پر بڑی حد تک اصابت مجتہد کا مدار ہوتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے مابین اس پر اتفاق کے باوجود کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے بنیادی اختلاف یہ ہے کہ امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک حق صرف ایک ہوتا ہے اور قاضی ابوبکر، شیخ ابوالحسن اشعری اور معتزلہ کے نزدیک حق صرف ایک نہیں ہوتا بلکہ ظن مجتہد کے تابع ہوتا ہے اور وہ عام نتائجِ حق ہوتے ہیں جن پر مجتہدین کے اجتہادات انہیں پہنچا دیں۔

اصابتِ مجتہد کے بارے میں شاہ صاحب کی رائے :۔ شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں نہایت تفصیل سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

شرائع کی دو قسمیں :۔ شاہ صاحب نے شرعی مسائل کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے۔

۱۔ وہ مسائل جو صریح کتاب، صریح اور مشہور حدیث، طبقہ اولیٰ کے اجماع، یا کتاب و سنت پر قیاس

۱۔ شرح عقد ج ۲ ص ۲۹۴، خضری، اصولِ فقہ ص ۲۶۲، آمدی ج ۳ ص ۱۴۸۔ البتہ علامہ آمدی نے ابوبکر اصم، ابن علیہ، بشر مریسی، اور ظاہریہ اور امامیہ، جو قیاس کی نفی کرتے ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرات اس کے قائل ہیں کہ ہر واقعہ میں ایک قطعی دلیل ہوتی ہے اور اگر مجتہد اس دلیل پر فائز نہ ہو تو آثم ہوتا ہے۔ (آمدی حوالہ سابقہ)

واضح رہے کہ ائمہ اربعہ کے اکثر فقہاء اور بہت سے متکلمین اس کے قائل ہیں کہ یہ دلیل ظنی ہوتی ہے اسی لئے وہ مخطئی کے آثم ہونے کے قائل نہیں۔ (التقریر۔ ج ۳ ص ۳۰۷)

۲۔ عقد۔ ص ۱۵۔

جلی سے ثابت ہیں، اور جن میں کسی قسم کا خفا نہیں۔

۲۔ وہ مسائل جن میں دلائل کا اختلاف ہے، یا مسئلہ سے متعلق احادیث شائع نہیں، یا صریح دلیل نہ ہونے کی وجہ سے استنباطات وقیاسات باہم متخالف ہیں۔ اوران وجوہ سے حقیقت واضح نہ ہوئی اور خفا باقی رہ گیا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ پہلی قسم کے مسائل کا مخالف معذور نہیں۔[1]

اس خیال کی تعبیر ہم یوں بھی کرسکتے ہیں کہ ان میں حق صرف ایک ہوتا ہے، مصیب بھی صرف ایک ہوتا ہے اور مخطئی معذور نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کے مسائل کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ایک مصیب ہوتا ہے دوسرا معذور۔[2]

غور کیا جائے تو شاہ صاحب کے بیان کردہ ان دونوں قسموں کے مسائل میں پہلی قسم قطعیات کی ہے، دوسری ظنیات کی، اور دونوں کا جو حکم شاہ صاحب نے بیان کیا ہے وہ دوسرے علماء اصول کے بیان کردہ حکم سے مختلف نہیں۔

<u>اختلاف کی چار قسمیں ہیں</u>:- ایک موقع پر پہلے تو شاہ صاحب نے اجمالی طور پر اختلاف کی حسب ذیل چار قسمیں اور ان کا حکم بیان کیا ہے۔

۱۔ جس میں حق قطعی طور پر متعین ہو اور جس کی نقیض کو باطل ہونے کی وجہ سے یقیناً توڑ دیا جاتا ہے (اس میں مصیب یقیناً صرف ایک ہوتا ہے)۔

۲۔ جس میں حق غالب رائے سے متعین ہو۔ اس کی نقیض ظنی طور پر باطل ہوتی ہے (اس میں مصیب غالب رائے سے صرف ایک ہوتا ہے)۔

۳۔ جس میں جانبین یقینی طور پر مخیر فیہ ہوں (اس میں یقیناً ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے)۔

۴۔ جس میں جانبین غالب رائے سے مخیر فیہ ہوں[3]۔ (اس میں غالب رائے سے ہر مجتہد مصیب ہوگا)۔

۱۔ ازالہ۔ ج ۱ ص ۱۰۹۔ ۲۔ ایضاً۔

۳۔ عقد۔ ص ۱۵۔ ۱۶۔

اس کے بعد تفصیل کے ساتھ وہ صورتیں بیان فرمائی ہیں جن میں صرف ایک مجتہد مصیب ہوتا ہے، وہ صورتیں بھی جن میں ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں شاہ صاحب کے کلام میں مخلوط ہیں جنہیں ممتاز کر کے بیان کر دینا زیادہ مناسب ہوگا۔

وہ صورتیں جن میں صرف ایک مجتہد مصیب ہوگا:- ۱۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہے جس میں قضاء قاضی توڑ دی جاتی ہے بایں طور کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحیح اور معروف نص موجود ہو تو اس کے خلاف ہر اجتہاد باطل ہوگا۔[1] (گویا اس صورت میں مصیب صرف ایک ہوگا)۔

۲۔ اگر ایک کو خبر واحد صادق پہنچی اور دوسرے کو نہ پہنچی تو پہلا مصیب ہوگا۔ دوسرا اس وقت تک معذور ہوگا جب تک یہ نص اس تک نہ پہنچ جائے۔[2]

۳۔ اگر اجتہاد کسی ایسے واقعہ سے متعلق ہو جس کا وقوع پہلے ہو چکا ہے لیکن وقوع کے بعد حال مشتبہ ہو گیا مثلاً زید کی موت یا حیات تو اس میں یقیناً صرف ایک صورت حق ہوگی اور مخطی اپنے اجتہاد میں معذور ہوگا۔[3]

وہ صورتیں جن میں ہر مجتہد مصیب ہوگا:- ۱۔ اجتہاد اگر کسی ایسے معاملہ میں ہو جو مجتہد کی تحری پر مفوض ہے اور دونوں کے مآخذ متقارب ہیں اور ان میں سے کوئی ماخذ بھی ذہنوں سے اس طرح بعید نہیں کہ صاف طور پر معلوم ہو کہ اس مجتہد نے کوتاہی کی ہے اور وہ لوگوں کے عرف اور ان کی عادت سے نکل گیا ہے تو اس صورت میں دونوں مجتہد مصیب ہوں گے۔[4]

۱۔ ایضاً۔ ص ۱٦۔ جن صورتوں میں قضاء قاضی توڑ دی جاتی ہے ان کے بارے میں زنجانی لکھتے ہیں:-
"لا ینقض الحکم فی الاجتہادیات، فان خالف نصاً او اجماعاً او قیاساً جلیاً، او حکم بخلاف اجتہادہ، او بخلاف نص امامہ، ولم یقلد غیرہ، اولم یجز (ای لم یجز لہ تقلید غیرہ مولف) نقض۔ لب الاصول۔ ص ۱۴۹۔ اور شاہ صاحب بھی لکھتے ہیں کہ قضاء قاضی اگر صریح قرآن، صریح سنت مشہورہ، صریح اجماع یا صریح قیاس جلی کے خلاف ہو تو وہ نافذ نہ ہوگی (ازالہ (ن) ج ۱ ص ۱۰۴)

۲۔ ایضاً۔ عقد ص ۱٦۔ ۱۸۔ ازالہ ج ۱ ص ۱۰۹۔ ۳۔ عقد ص ۱٦۔

۴۔ عقد۔ ص ۱٦۔ شاہ صاحب اسے اس طرح سمجھاتے ہیں کہ مثلاً کسی شخص نے دو آدمیوں میں سے ہر
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۔ اگر کسی ایسے معاملہ میں اجتہاد ہے، جس میں اختیار دیا گیا ہے۔ مثلاً احرف قرآن یا دعاؤں کے صیغے یا کوئی ایسا کام جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی تسہیل کے لئے کئی طرح پر کیا ہو، اور اس کا ہر پہلو مصلحت پر حاوی ہو، تو اس صورت میں دونوں مجتہد مصیب ہوں گے۔[1]

۳۔ اگر کسی مسئلہ میں متخالف احادیث و آثار ہیں اور ہر مجتہد نے ایک کی دوسرے کے ساتھ تطبیق یا ایک کی دوسرے پر ترجیح کی کوشش کی اور اس طرح دونوں مجتہدوں میں اختلاف ہو گیا، تو دونوں مصیب ہوں گے۔[2]

۴۔ استعمال شدہ الفاظ اور ان کی جامع و مانع حدود میں یا ارکان و شروط کی معرفت میں دو مجتہدوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)
ایک سے کہا کہ جو فقیر بھی تمہیں ملے میرے مال میں سے اسے ایک ایک درہم دے دینا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ہم یہ کیسے معلوم کریں کہ وہ فقیر ہے تو انہیں بتایا کہ جب تم فقر کے قرائن کا اچھی طرح تتبع کر لو اور تمہیں اس کے فقیر ہونے کا اطمینان ہو جائے تو اُسے ایک درہم دے دینا۔ اس کے بعد ایک شخص کے بارے میں دونوں کا اختلاف ہوا۔ ایک نے کہا کہ وہ فقیر ہے، دوسرے نے کہا کہ فقیر نہیں اور دونوں کے مآخذ اتنے متقارب ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو اختیار کیا جا سکتا ہے تو دونوں مصیب ہوں گے۔ اس لئے کہ صاحب مال نے اپنے حکم کو اسی پر دائر کیا تھا کہ تحری کے بعد جسے بھی تم فقیر سمجھو اسے دے دینا۔ اور ہر ایک نے بغیر کسی ظاہری کوتاہی کے تحری کے بعد اس کے بارے میں ایک خیال قائم کر لیا۔ البتہ اگر کسی ایسے بڑے تاجر کو درہم دیا جس کے خدم و حشم بھی موجود ہیں تو جس نے اسے فقیر سمجھا، کہا جائے گا کہ اس نے کوتاہی کی۔ اور جس شبہہ کی وجہ سے اس نے فقیر سمجھا ہے اس کا اعتبار نہ ہو گا۔ پس یہاں دونوں صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ حقیقتہً وہ شخص فقیر ہے یا نہیں۔ اس معاملہ میں حق یقیناً ایک ہو گا اور نقیضین جمع نہ ہوں گے۔ دوسری یہ کہ جس نے کسی کو اپنے گمان میں فقیر سمجھ کر درہم دے دیا وہ مطیع ہو گا یا نہیں۔ تو مطیع یقیناً وہ ہو گا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جس کا گمان حقیقت کے مطابق ہے وہ حظ وافر پائے گا۔ (ایضاً)

۱۔ ایضاً۔ ص ۱۷۔ ۱۸۔ ۲۔ ایضاً۔ ص ۱۸۔

کا اختلاف ہُوا، اور یہ اختلاف ذکر، حذف یا تخریج مناط کی وجہ سے ہُوا، یا اس وجہ سے کہ جس چیز کا وصفِ عام بیان کیا گیا ہے وہ اس خاص صورت پر صادق آتی ہے یا نہیں یا کسی کلیہ کو اس کے جزئیات پر منطبق کرنے میں اختلاف ہُوا اور ہر مجتہد نے ایک منفرد رائے قائم کر لی، تو دونوں مصیب ہوں گے ۔ [۱]

۵ - فروع جن اصولی مسائل پر متفرع ہوتی ہیں ان اصولی مسائل ہی میں دو مجتہدوں کا اختلاف ہوگیا، تو اگر دونوں مجتہدوں کے مآخذ متقارب ہیں تو دونوں مصیب ہوں گے ۔ [۲]

۶ - اگر اختلاف کا منشاء دو دلیلوں کے درمیان طرق جمع کا تعدد یا قیاس خفی ہے تو دونوں مصیب ہوں گے ۔ [۳]

اصابت مجتہد کے مبحث کا خلاصہ :- اصابت مجتہد کی بحث کو ختم کرتے ہوئے شاہ صاحب نے خود ہی اس کا ایک نفیس خلاصہ پیش کیا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ :-

مجتہد اپنے اجتہاد سے جس حکم میں گفتگو کرتا ہے دراصل وہ حکم صاحب شرع علیہ الصلوات و التسلیمات کی طرف منسوب ہوتا ہے، یا تو بعینہٖ آپ کے الفاظ کی طرف یا اس علت کی طرف جو آپ کے الفاظ سے ماخوذ ہوتی ہے ۔

اور جب صورتِ حال یہ ہے کہ ہر اجتہاد کے دو مقام ہیں ۔

ایک یہ کہ صاحب شرع نے اپنے کلام سے کیا یہی معنی مراد لئے ہیں یا کوئی اور ۔ اور جب آپ نے منصوص علیہ حکم پر گفتگو فرمائی تو کیا فی نفسہٖ اسی علت کو حکم کا مدار قرار دیا تھا یا نہیں ۔

اگر اس حیثیت سے مجتہدین کے مصیب ہونے پر بحث کی جائے تو یقیناً بلا تعیین صرف ایک مجتہد مصیب ہوگا دوسرا مصیب نہ ہوگا

دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ آپ نے

---

۱ - عقد - ص ۱۷ - ۱۸ -

۲ - عقد - ص ۱۸ - ۱۹ -

۳ - ازالہ - ج ۱ ص ۱۰۹ -

اپنی اُمت کو صراحتہً یا دلالتہً یہ حکم بھی دیا ہے کہ جب آپ کے نصوص اُمت پر مختلف ہوں یا آپ کے نصوص میں سے کسی نص کے معانی میں اختلاف ہو تو وہ اس بات پر مامور ہیں کہ اجتہاد کریں اور اس میں سے جو حق ہو اس کی معرفت کے لئے بقدرِ امکان اپنی طاقت صرف کریں ۔ اور جب کسی مجتہد کے نزدیک ان میں سے کوئی صورت متعین ہو جائے تو اس پر اس کا اتباع واجب ہے ۔

مثلاً حضورؐ نے یہ حکم دیا کہ تاریک رات میں جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو ان پر واجب ہے کہ تحری کریں اور تحری کے بعد جو جہت متعین ہو اُس طرف رُخ کر کے نماز پڑھ لیں ۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کو شریعت نے تحری کے وجود پر اس طرح معلق کیا ہے جس طرح نماز کے وجوب کو وقت پر یا بچے کی تکلیف کو بلوغ پر ۔ پس اگر بحث اس حیثیت سے ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ اگر مسئلہ ایسا ہے جس میں قضاء قاضی توڑ دی جاتی ہے تب تو اس کا اجتہاد یقیناً باطل ہے ۔ اسی طرح اگر اس معاملہ میں کوئی صحیح حدیث موجود ہو اور مجتہد نے اس کے خلاف حکم کیا ہو تب بھی اس کا اجتہاد باطل ہوگا ۔ لیکن اگر دونوں مجتہدوں نے وہ راہ اختیار کی جو انہیں اختیار کرنی چاہیئے تھی اور کسی نے صحیح حدیث کی مخالفت نہیں کی اور نہ کوئی ایسی بات کہی جس میں قاضی کا فیصلہ یا مفتی کا فتویٰ توڑ دیا جاتا ہے تو اس صورت میں دونوں مجتہد مصیب ہوں گے ۔ [1]

٭٭٭

۱۔ عقد ۔ ص ۲۹ ۔ ۳۱ ۔